زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے، بعض ڈپریشن کا شکار ہوئے۔ غریب بیروزگاروں کے پاس کوئی سفارشی ہوتا ہے نہ رشوت کے لیے پونجی۔ نتیجۃً یہ لوگ ملازمت سے محروم رہتے ہیں، اگرچہ ان کے نونہال تعلیمی قابلیت میں امیرزادوں سے آگے ہوں۔ کیا لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر آزادی حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ امراء امیرتر اور غرباء غریب تر بن جائیں۔

عدلیہ کو فوجی حکومت کا پیغام

پاکستان کے چیف جسٹس افتخار محمد چوھدری کو ریاستی اغوا شدگان کے غم میں ہلکاں ہونے اور سٹیل ملز جیسے عظیم ادارے کی اونے پونے بھاؤ فروخت کی ''نفع بخش'' راہ میں روڑے اٹکانے کی پاداش میں معطل کر کے فل پاور حکومت نے عدلیہ کو جو انتہاہی پیغام دیا، اس کو عدلیہ کے انصاف پروروں نے خصوصاً اور عوام الناس نے عموماً شدت سے محسوس کر لیا اور سرکاری غنڈوں نے کراچی میں جس ریاستی دہشت گردی کا بازار گرم کیا وہ انصاف پروروں کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔

آئی ایف جے کی اپیل:

انٹرنیشنل فیڈریشن آف جرنلسٹس نے پاکستان میں میڈیا پر بڑھتی ہوئی پابندیوں پر اظہار تشویش کرتے ہوئے صدر پرویز سے اپیل کی ہے کہ وہ صحافی برادری کا اعتماد بحال کرے، تاکہ وہ بطریق احسن اپنے فرائض انجام دے سکیں۔

پرویز اور ان کے وزراء بارہا یہ دعویٰ کر چکے ہیں کہ جس طرح ان کے دور میں جمہوریت کو فروغ ملا ہے' ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اگر یہ دعویٰ سچ ہے تو آزادی اظہار کے حق کو مدّ نظر رکھتے ہوئے صحافیوں پر عائد پابندیاں ختم کر دینا چاہئے۔ صحافت ہی معاشرے کی عکاسی کرتی ہے ... بشرطیکہ اس کی کنپٹی پر پستول تانا ہوا نہ ہو۔

شوکت عزیز اور حامد کرزئی:

وزیراعظم شوکت عزیز اور کٹھ پتلے افغان صدر حامد کرزئی کی ملاقات میں دوطرفہ تعلقات پر بات چیت ہوئی۔ شوکت نے صدر پرویز کی جانب سے جناب کرزئی کو خیر سگالی کا پیغام پہنچایا۔ افغانستان پاکستان کا برادر ملک ہے، اور بڑے بڑے اربابِ علم و دانش کی کوششوں سے وہاں کے عوام اسلامی غیرت سے سرشار ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے بقول ابلیس کی مجلس شوریٰ میں طے ہوا کہ: ''**افغانیوں کی غیرتِ ملی کا ہے یہ علاج ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو**''

جناب کرزئی ابلیس کی مجلس شوریٰ میں پاس کردہ ''قرارداد'' پر عمل درآمد کا باعث بنے ہیں، کیونکہ ابلیس کے ساتھ صلیبی جنگجو بش اور اس کے غلاموں نے ''صاد'' کر لیا ہے۔

نئی صلیبی جنگ

محمد ﷺ کی تلوار

یوری آویزی (یہودی ۔۔۔ سابق اسرائیلی ممبر پارلیمنٹ)

شاھان روم مسیحیوں کو بھوکے شیروں کے آگے ڈال دیتے اور دل دہلا دینے والے مناظر سے خوب محظوظ ہوتے تھے۔ یہ ایسے تاریخی حقائق ہیں جو جبینِ انسانیت کو شرم سے سرنگوں کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس روز سے آنے والی حکومتوں اور کلیسا کے مابین تعلقات اتار چڑھاؤ کے مراحل سے گزرتے رہے۔

306ء میں قسطنطین اعظم نے اپنی مملکت کے چپے چپے میں عیسائیت کے فروغ کے لیے جدوجہد شروع کی۔ اس تاریخی موڑ پر کلیسا دو حصوں میں بٹ گیا۔ مغربی علاقوں میں **کیتھولک** اور شمالی علاقوں میں **آرتھوڈکس** وجود میں آگئے۔ اور روما کے پادریوں نے پوپ کی قیادت میں شدت سے مطالبہ کیا کہ امور مملکت **کلیسا** کے تابع ہونے چاہئیں۔

حکمرانوں اور پاپاؤں کے درمیان جنم لینے والی اس کھینچا تانی نے یورپ کو کئی گروپوں میں منقسم کر دیا، جس نے یورپ کی تاریخ تشکیل دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

کبھی **پاپائے روم** بادشاہ کی جلاوطنی کا شکار ہوتا، تو کبھی پاپا بادشاہ کا تختہ دھڑن کرتا یا اس کے خلاف **سوشل بائیکاٹ** کا اعلان ہوتا۔ ھنری IV تو اس حد تک مجبور ہوا کہ برہنہ پا کلیسا آکر "قصرِ پاپا" کے باہر یخ بستہ سردی اور برفباری میں تین روز تک رحم کی دہائی دیتا رہا، یہاں تک کہ پاپا نے "عالی ظرفی" کا ثبوت دیتے ہوئے معافی کا اظہار کیا، تب جا کر بائیکاٹ کا خاتمہ ہوا۔ یہی تاریخ آج بھی مختلف انقلابات کے ذریعے اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔

آج **پوپ بینی ڈکٹ** اور امریکی صدر **جارج بش دوئم** کے درمیان ایک خفیہ ناقابل فہم اور حیرت انگیز سازش کے تانے بانے بن رہے ہیں۔ ایک طرف **پاپائے روم** کا خطاب ہے، دوسری طرف **صدر بش** کی طرف سے **اسلام** کے خلاف کھلم کھلی جارحیت۔ ایک ہی حلقے کی یہ دونوں کڑیاں باہم مل گئی ہیں، جو تہذیبوں کے مابین تصادم برپا ہے۔

پوپ نے اپنی تقریر میں دعویٰ کیا ہے کہ **اسلام** اور **مسیحیت** کے درمیان جوہری فرق یہ ہے کہ **اسلام** عقل اور فہم کا دشمن ہے۔ جبکہ **مسیحیت** ان دونوں سے ہم آہنگ ہے، مسیحی چونکہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و احکام کی حکمت و فلسفہ کو جان لیتے ہیں، جبکہ مسلمان اس چیز کو نہیں جانتے۔

میں (مضمون نگار) یہودی نژاد ہونے کے حوالے سے اس محاذ آرائی میں حصہ نہیں لینا چاہتا۔ لیکن ضرور جانتا ہوں کہ

پوپ کے خطاب میں ایسا کلام پنہاں تھا، جسے میں نظر انداز نہیں کر سکتا۔

پوپ صاحب نے کہا ہے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے پیروکاروں کو تلوار کی نوک پر اسلام پھیلانے کا حکم دیا، جو کہ عقل کے منافی طریقہ ہے۔ کیونکہ تلوار کے سامنے بدن تو سرنگوں ہوتا ہے' عقل اور روح سرنگوں نہیں ہوتی۔

انہوں نے چودھویں صدی کے ایک رومی (بیزنطینی) بادشاہ مانویل کا کلام نقل کیا ہے' جس کا تعلق شرقی کلیسا سے تھا۔ انہوں نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ محمد (ﷺ) نے دنیا کو سوائے غیر انسانی اعمال کے کوئی فلاحی چیز نہیں دی ہے۔ بر سبیل مثال محمد (ﷺ) نے اپنے دین کا پرچار تلوار کے زور پر کیا۔

1391ء میں سریر آرائے حکومت ہونے والے اُس بادشاہ نے یہ جملہ کیوں کہا تھا؟ اس کا پس منظر یہ ہے کہ رومی حکومت پر اس کی باگ ڈھیلی پڑ چکی تھی، چند صوبوں کے سوا اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں بچا تھا۔ وہ بھی عثمانی سلاطینؒ کے خطرے کی زد میں تھے۔ اور عثمانی حکومت بلغاریہ اور مشرقی یونان پر اپنا پھریرا بڑے طمطراق سے لہرا رہی تھی۔

کئی یورپی طاقتیں متعدد بار عثمانی طوفان کو روکنے آئے مگر اس لامتناہی طوفان کو نہ روک سکے۔ مینویل بادشاہ نے کئی بار یورپی ممالک کی یاترا کی، تاکہ مسیحی ممالک اور مذہب کو سیاسی طور پر استعمال کر کے عثمانی ترکوں کے خلاف تائید حاصل کر سکے۔

اس پس منظر سے ہم بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پوپ صاحب آج وہی ہدف حاصل کرنا چاہتے ہیں' جو بادشاہ مینویل اپنے دور میں چاہتا تھا۔ اس کا مقصد بھی وقت کے مطلق العنان آمر جارج بش دوئم کی آشیرباد حاصل کرنا ہے' جو دنیائے مسیحیت کو ''شر کے محور'' مسلمانوں کے خلاف متحد کرنا چاہتے ہیں۔ اور عجیب اتفاق کی بات ہے کہ ترکی بھی آج قانونی طریقے سے یورپی یونین کی ممبر شپ کے حصول کے لیے کوشاں ہے۔

پاپا خوب جانتا تھا کہ اس کی بات میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قرآن مجید کی دوسری سورت ''البقرۃ آیت ۲۵۶'' میں ہے: ﴿لآ إكراه في الدين﴾ ''دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں۔'' (آیت کا صحیح نمبر ۲۵۷ ہے۔) پوپ اس واضح آیت کریمہ سے کیسے چشم پوشی کر سکتا تھا، موصوف کو خدشہ ہوا کہ اس کا یہ کلام کہیں اس کی سبکی اور استہزاء کا باعث بن نہ جائے' تو اُس نے اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے کہا یہ اس وقت محمد (ﷺ) پر اتری ہے' جب وہ کمزور پوزیشن میں تھے، جبکہ اسلام کی نشر و اشاعت بزور ہتھیار کرنے کا حکم طاقتور ہونے کے بعد ہے۔

قرآن کریم میں پوپ کے دعوی سے مطابقت رکھنے والا اس قسم کا حکم کہیں نہیں ہے۔ ہاں محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو اس وقت یہود و نصاریٰ اور مخالف قبائل سے قتال کا حکم دیا تھا، جب آپ ایک حکومت کی تشکیل کر رہے تھے۔ مگر اس کا مقصد

قہر واکراہ کے ذریعے اسلام کو پھیلانا ہرگز نہیں تھا۔

جناب مسیح علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ درخت اس کے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔آئیں اور دیکھیں کہ اسلام کے بیج کی پیداوار (مسلمانوں) نے کیا واقعی مفتوحہ اقوام کو ہتھیار کے زور پر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا؟ حالانکہ اس وقت وہ طاقت، حکومت اور غلبے کی بلندیوں کو چھو رہے تھے اور تلوار کی نوک پر اسلام کو پھیلانے کی قدرت رکھتے تھے۔مسلمانوں کی تاریخ بے گناہ لوگوں کے خون سے ہرگز ملوث نہیں ہے۔

مسلمانوں نے یونان پر طویل عرصہ تک حکمرانی کی، کیا تمام یونان مسلمان ہوئے؟ اور کیا اس کی کوشش کی گئی؟ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ عثمانی عہد سلطنت میں یونان کے مسیحی باشندے اہم مناصب پر فائز رہے اور عثمانی خلافت کے زیرنگین رہنے کے باوجود بلغاریہ، مجر، سربیا، روما اور دیگر یورپی عوام مکمل آزادی کے ساتھ اپنی نصرانیت پر قائم رہے۔ کیا تاریخ میں ترکِ عیسائیت پر مجبور کیے جانے کی مثال ملتی ہے؟!

جہاں تک بوسنیا اور البانیہ کا تعلق ہے' تو دونوں نے بلا جبر واکراہ غیر' اپنی مرضی سے اسلام قبول کرلیا تھا۔

صلیبیوں نے 1599ء میں القدس کو فتح کیا تو ان کے ہاتھ یہود اور مسلمانوں کے خون سے آلودہ تھے۔انہیں کربناک اذیتیں دیں۔اس سے قبل فلسطین 400 برس تک اسلامی قلمرو کے زیرنگیں رہا، مگر اس کی بیشتر آبادی عیسائیت پر برقرار رہی اور زبردستی ان پر اسلام کو تھوپنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔اس کے باوجود آبادی کی اکثریت نے صلیبیوں کے وہاں سے نکلنے کے بعد اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا۔

ہمارے پاس کوئی ایسی مثال نہیں کہ مسلمانوں نے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہو، بلکہ ہسپانیہ پر اسلامی عہد حکومت میں یہودی خوشحالی کی جن بلندیوں کو چھو رہے تھے' اس وقت کسی اور ملک میں ایسی صورتحال نہ تھی۔یہیں پر یہودا ہالوی Yahuda Halvy جیسے شعراء پیدا ہوئے' جنہوں نے عربی زبان وادب میں نام چمکایا۔صرف یہی نہیں' بلکہ اسلامی اندلس کی حکومت میں کئی وزرا بھی یہودی تھے۔تینوں مذاہب کے علماء نے سائنس اور یونانی فلسفے کو آپس کے تعاون سے عربی میں منتقل کیا۔یہ انسانی ترقی کا زریں دور تھا۔ اگر محمد (ﷺ) تلوار کی نوک پر اسلام پھیلاتے اور اسے قبول نہ کرنے والوں سے قتال کا حکم دیتے تو کیا ان تمام ترقیوں کا تصور ممکن ہو سکتا تھا؟ دوسری طرف ہم عالم مسیحیت پر نظر ڈالتے ہیں' تو اسے ظلم و بربریت، نسل کشی اور جبر سے آلودہ پاتے ہیں۔(پوپ کے بیان میں) ان حقائق کا تذکرہ ہونا چاہیے تھا۔

مسیحیوں نے دوسری بار ہسپانیہ کو فتح کیا تو اپنی مملکت کی بنیاد دینی دہشت گردی پر رکھی اور ان کی بے محابا درندگی وتشدد